مگر چار بزرگوں نے تحریری سند عنایت فرمائی ہے ان میں مرتبہ کے لحاظ سے اول اور برکت میں سب سے زیادہ اور کرامت میں سب سے افضل شیخ عبدالوہاب متقی ہیں، ان کے بعد قاضی علی بن جار اللہ پھر شیخ ابوالحرم مدنی اور ان کے بعد شیخ حمید الدین سندھی، قاضی علی بن جار اللہ نے شیخ دہلوی کو جو اجازت نامہ مرحمت فرمایا ہے اس کی نقل بھی اس رسالہ میں موجود ہے، اس اجازت نامہ میں بھی ان کا یہ فقرہ موجود ہے کہ جتنا استفادہ شیخ نے مجھ سے کیا ہے، اس سے زیادہ میں نے شیخ سے استفادہ کیا ہے، یہ اجازت نامہ قاضی علی نے ۹۹۹ھ میں شیخ کو دیا ہے قاضی نے خود اپنا نام و نسب یوں لکھا ہے علی بن محمد جار اللہ بن محمد امین بن ظہیرۃ القرشی المکی المخزومی

اور حضرت شیخ نے ان کا نام اس طرح لیا ہے اعلم العلماء و اعظم الفقہاء فی وقتہ فی ذلک المقام القاضی علی بن جار اللہ بن ظہیرۃ القرشی المکی المخزومی الحنفی

شیخ دہلوی کے تیسرے شیخ الحدیث ابوالحرم مدنی ہیں، شیخ دہلوی ان کا نام یوں لیتے ہیں اکبر فقہاء مدینۃ الرسول علما و سنا و برکۃ شیخ الشیوخ الشیخ احمد ابوالحرم شیخ ابوالحرم نے حدیث کی سند شیخ دہلوی کو یکم شعبان ۹۹۸ھ میں عنایت فرمائی ہے ان کا اجازت نامہ اس رسالہ میں منقول ہے، شیخ ابوالحرم نے اجازت نامہ میں اپنا یوں ذکر کیا ہے احمد بن محمد بن محمد ابوالحرم المدنی

شیخ محدث کے چوتھے شیخ حمید الدین سندھی ہیں، یہ بزرگ قاضی عبداللہ سندھی کے لڑکے اور شیخ رحمت اللہ سندھی مصنف لباب المناسک و المنسک الکبیر مسمی بجمیع المناسک و نفع الناسک وغیرہما (المتوفی ۹۹۳ھ) کے بھائی تھے۔ شذرات الذہب میں ان کی نسبت مذکور ہے کان ایضاً من اہل العلم و الصلاح حسن الاخلاق کثیر التواضع ظاہر الفضل جلیل القدر یعنی وہ اہل علم و صلاح خوش اخلاق کثیر التواضع اور نمایاں صاحب فضل اور عظیم المرتبہ تھے، یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے شیخ ابن علان کے پوتے شیخ محمد علی نے بھی علم حدیث حاصل کیا، اور تذکرہ علمائے ہند میں ہے۔

"شیخ حمید برادر شیخ رحمت اللہ سندھی ولد قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ بجامہ والا موصوف ودر علوم عقلی ونقلی حظ وافی ودر علم حدیث وتفسیر ید طولیٰ داشت ہمراہ خان اعظم کوکہ بمکہ معظمہ رفتہ مقتدائے اہل حدیث شد (ص ۳۶۳)

شیخ دہلوی نے ان کو ان القاب سے یاد کیا ہے، الشیخ العالم العامل تذکرۃ السلف المعول علیہ وبقیۃ المشائخ المحدثین مولانا الشیخ حمید الدین ابن القاضی عبد اللّٰہ السندی المدنی، شیخ حمید الدین کا اجازت نامہ بھی اس رسالہ میں شامل ہے اس کے بعد تین چار باتیں اور بھی گذارش کرنی ہیں۔

(۱) حیات شیخ عبد الحق میں ایک عنوان ہے "دسویں صدی ہجری میں علم حدیث ہندوستان میں" اس کے ماتحت فاضل مصنف نے بہت قیمتی معلومات پیش کئے ہیں، مگر ان کے اس فقرہ سے ہم کو اختلاف ہے کہ "دسویں صدی ہجری میں یو-پی، دہلی پنجاب کے سارے علاقہ میں صرف دو محدثین کے نام نظر آتے ہیں، حاجی ابراہیم قادری اور مولانا اسمٰعیل لاہوری (حیات شیخ عبد الحق ص ؟)

ہم نے خاص اس نقطۂ نظر سے تاریخ وکتب تذکرہ کا پورا جائزہ تو نہیں لیا ہے، پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دسویں صدی میں اس پورے علاقہ کے اندر محدثین کی تعداد اس سے بہت زیادہ تھی، جتنی فاضل مصنف بیان کر رہے ہیں، مجھے اس وقت تلاش اور جستجو کی فرصت نہیں ہے تاہم چند نام جو پہلے سے میرے ذہن میں ہیں ان کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کر رہا ہوں

(۱) سید رفیع الدین محدث ساکن آگرہ، ان کا ذکر تذکرہ علمائے ہند ص ۶۵ حدائق الحنفیہ ص ۳۷۷ اور تعصار ص ۱۷۱ میں ہے حدیث میں حافظ سخاوی کے شاگرد تھے، صاحب حدائق نے لکھا ہے کہ حافظ سخاوی نے پچاس سے زائد کتابوں کی سند ان کو پہلے ہی لکھ کر بھیج دی تھی، اس کے بعد آپ ان کی خدمت میں پہنچے اور بالمشافہہ حدیث کو ان سے سنا اور مدت تک تلمذ کیا، آپ کی وفات ۹۵۴ھ میں ہوئی، مزار آگرہ میں ہے۔ (باقی)

افغانوں میں اشاعتِ اسلام کی ابتدا[1] اور اُس کے اسباب

از

(مولوی عبدالرزاق صاحب مرحوم)

مولوی عبدالرزاق صاحب مرحوم مؤلف البرامکہ و نظام الملک طوسی وغیرہ ہماری بزم علم کے ایک جانے پہچانے مترجم و مورخ تھے عرصہ ہوا مرحوم نے افغانوں کی قولی اور نسلی تاریخ سے متعلق مآثر جلالی وغیرہ مشہور افغانی تاریخوں سے مدد لے کر ایک مفید کتاب مرتب کی تھی جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکی، زیر نظر مضمون اسی کتاب کا ایک باب ہے۔ "برہان"

گذشتہ اوراق میں بحوالہ مخزنِ افغانی آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ جب حجاز کے بنی اسرائیل میں اسلام پھیل گیا تو حضرت خالد بن ولید قریشی نے غور کے اسرائیلوں کو دعوت نامہ بھیجا اور مدینہ منورہ میں ایک وفد حاضر ہوا، جس کا سردار قیس عبدالرشید تھا، چنانچہ قیس کا واقعہ جس تفصیل سے پُرجوش الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اُس کی شان مثل ایک حدیث نبوی کے ہے اور جس قدر واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایک فخریہ داستان ہے جس کو تاریخ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیوں کہ عہد رسالت اور خلافت کی صحیح تاریخ مکمل ہے اور ایک ایک دن کا روزنامچہ موجود ہے جس میں یہ واقعہ کنایۃً بھی درج نہیں ہے ایسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیس کو "ملک" کا خطاب عطا فرمانا اور عبدالرشید نام رکھنا اور بہ حوالۂ وحی یہ ارشاد ہونا کہ عبدالرشید کی ذات کشتی کے اس تختہ کے مشابہ ہے جو بنائے کشتی ہوتی ہے اور جس کو بہ لفظ "بطان" یاد کیا گیا ہے

---

[1] مطابق تنقیح نمبر ۲ - حرف ب -

(اور یہی لفظ "پٹھان" کا مادہ اشتقاق بیان کیا جاتا ہے) یہ ایک مصنوعی حدیث ہے۔ خدا اس کو آتش جہنم سے بچائے جو اس حدیث کا راوی ہے۔

خالد بن ولید کا یہودی ہونا محض افترا ہے اور قیس کا نام "عبدالرشید" رکھا جانا یہ بھی غلط ہے یہ نام عرب میں ٹکسال باہر ہے اور تیسری صدی سے قبل یہ نام تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اب ہم حضرت خالد قریشی کے حالات نقل کرتے ہیں جس کی خاص ضرورت ہے۔

خالد بن الولید قریشی

کتب سیر میں یہ صراحت درج ہے کہ حضرت خالدؓ بن الولید ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور فتح مکہ (۸ھ) میں بلاشبہ وہ شریک تھے اور ایک دستۂ فوج کے افسر تھے۔ اس مہم کے فراغ کے بعد حضرت خالد اشاعت اسلام کے لئے ہمدان روانہ کئے گئے، یہ ایک یمنی قبیلہ تھا، جس میں وہ عرصہ تک مقیم رہ کر اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ بعد ازاں ۱۰ھ میں وفد بنی الحارث کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ ان واقعات کے علاوہ اشاعت اسلام کی غرض سے کسی دوسرے مقام پر اُن کا جانا ثابت نہیں ہے اور نہ افغانوں میں حضرت خالد کے ذریعہ اسے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے اور نہ ان کی دختر سے قیس عبدالرشید کا نکاح ہوا ہے کیوں کہ عرب رشتہ ازدواج میں حد سے زیادہ محتاط ہیں اور غیر کفو میں انھوں نے کبھی رشتۂ ازدواج قایم نہیں کیا۔ حیات افغانی کی یہ روایت محض غلط ہے[3] مورخین کے بیان کے مطابق وہ دوسرے خالد ہیں جو افغانوں کے مورث اور اشاعت اسلام کے بانی قرار دئے گئے ہیں۔ واقعات کی صحت کے لئے حضرت خالد قریشی کا شجرۂ نسب پیش کیا جاتا ہے

---

[1] ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد واقعات ۸ھ، حضرت خالد کا مشرف بہ اسلام ہونا،

[2] زاد المعاد۔ خدمات وفود

[3] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۲۔ حیات افغانی

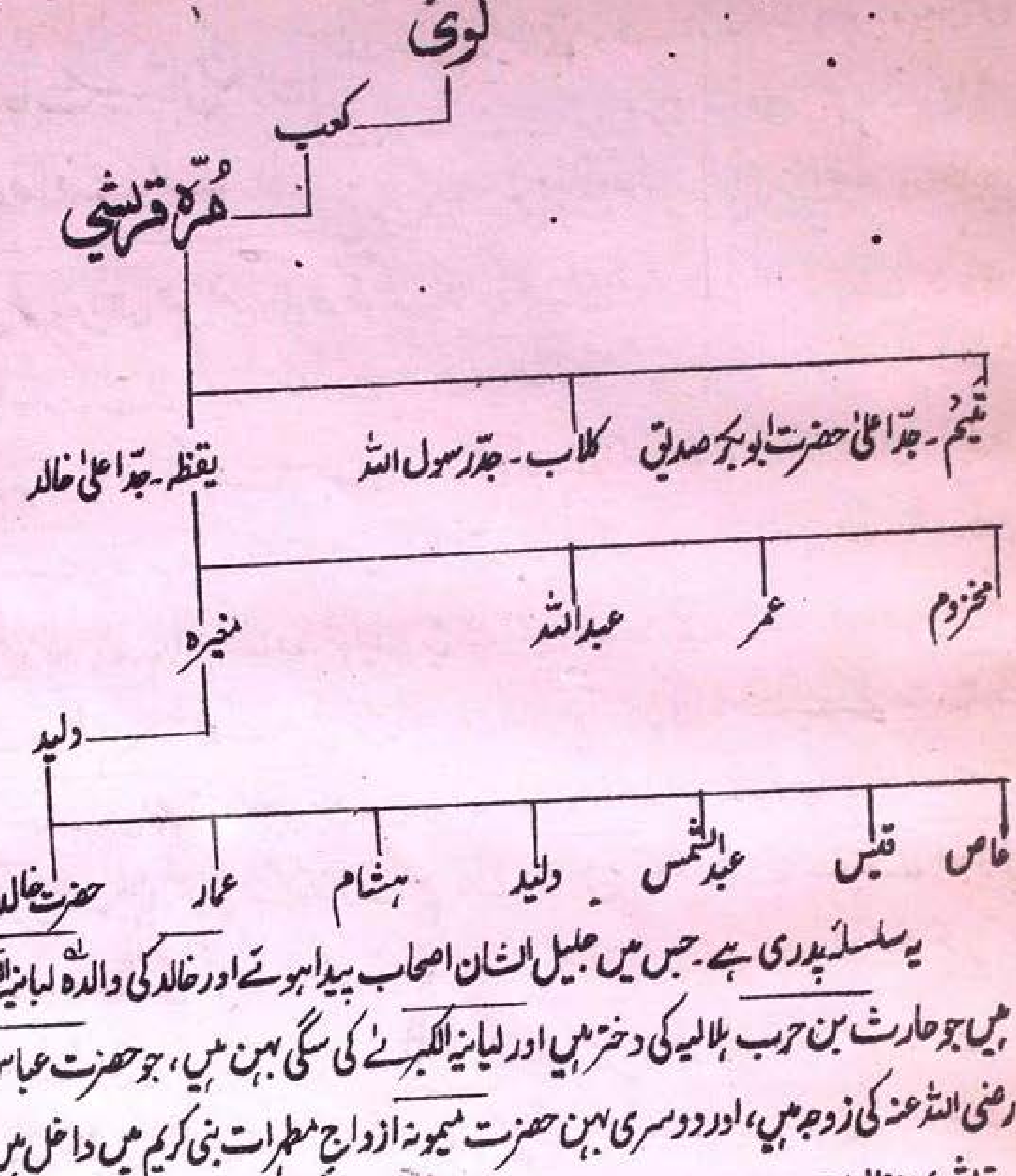

یہ سلسلۂ پدری ہے۔ جس میں جلیل الشان اصحاب پیدا ہوئے اور خالد کی والدہ[1] لبابۃ الصغریٰ ہیں جو حارث بن حرب ہلالیہ کی دختر ہیں اور لبابۃ الکبریٰ کی سگی بہن ہیں، جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، اور دوسری بہن حضرت میمونہ ازواجِ مطہرات نبی کریم میں داخل ہیں یہ قریش کا اعلیٰ طبقہ ہے۔

مدینہ میں دوسرا خالد بن عقبہ بن ابی معیط اور تیسرا خالد ولید بن عتبہ تھا اور یہ دونوں دشمنِ اسلام یہودی تھے، جن کے حق میں نبی کریم نے بددعا کی تھی۔

خالد قریشی کے علاوہ ایک دوسرا خالد تھا جس کی نسل سے افغانستان میں تین بڑے خاندان عالمِ وجود میں آئے اور پھر ان سے سیکڑوں قبیلے پیدا ہوئے، لیکن اس واقعہ کا تعلق فتوحاتِ خلافتِ راشدہ سے ہے جس کی مختصر کیفیت حسبِ ذیل ہے۔

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ - ابن حجر - مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۶ء

فتوحاتِ سیستان و مکران
عہدِ خلافتِ فاروقی

ہندوستان میں اسلامی[1] فتوحات کا زمانہ امیر المومنین فاروقِ اعظم کے عہدِ سعادت سے شروع ہوتا ہے۔ ممالکِ عجم میں جب نہاوند فتح ہوگیا اور اسلامی قوت مستحکم ہوگئی تو ۲۳ھ / ۶۴۴ء میں امیر المومنین نے عمرو بن العاص تمیمی والیِ بصرہ کو حکم دیا کہ "وہ سجستان (سیستان و نیمروز) پر فوج کشی کرے" اور اعانت کے لئے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو روانہ کیا، چنانچہ اسلامی لشکر راستہ صاف کرتا ہوا زرنج (دارالحکومت سجستان) تک پہنچ گیا۔ اور ایک مقابلہ کے بعد سجستان پر قبضہ ہو گیا۔ سیستان کا رقبہ بہت بڑا تھا۔ اس کے فتح ہونے سے قندھار اور سندھ اور ممالک ترکستان (بلخ و بخارا) تک راستہ صاف ہو گیا۔ زرنج سے ملتان تک دو مہینے کی مسافت ہے۔ اس مہم کے بعد حکم بن عمر تغلبی کے نام فتح مکران[2] کا فرمان صادر ہوا۔ جن کی اعانت کے لئے حضرت عمرؓ نے شہاب بن مخارق، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ کو روانہ کیا، چنانچہ لشکرِ اسلام نہر دُدین تک پہنچا۔ مکرانی نہر کے کنارے جمع ہوئے، راسل شاہ مکران نے سندھ کے راجہ ازقبیل سے مدد طلب کی، اُس نے ایک بڑا لشکر بھیجا۔ اب متفقہ قوت سے نہر عبور کرکے مکرانیوں نے صف آرائی کی اور ایک زبردست مقابلہ کے بعد راسل کو شکست ہوئی۔ حکم نے مکران پر قبضہ کر لیا۔ بہ تعداد کثیر مالِ غنیمت ملا، جس کا خمس مدینہ بھیجا گیا۔ اس مہم میں چند ہاتھی بھی گرفتار ہوئے تھے اُن کی نسبت حکم ہوا کہ "فروخت کر دئے جائیں اور زرِ ثمن مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے"۔ صُحار عبدی نامۂ فتح لے کر مدینہ روانہ کئے گئے۔ سپہ سالار کا مراسلہ پڑھ کر حضرت عمرؓ نے قاصد سے ملک کے

---

[1] تاریخ الکامل۔ ابن اثیر۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۷۔۱۸ و ناسخ التواریخ جلد ۴ صفحہ ۲۴۴

[2] مکران۔ موجودہ بلوچستان کے ایک حصہ کا نام ہے جو خان قلات کا ایک مقبوضہ ہے۔ مکران کا علاقہ حدود ایران سے ہمیشہ خارج رہا ہے جو کرمان کا والی ہوتا تھا وہی مکران کا خراج وصول کرتا تھا قدیم مکران کا علاقہ کرمان اور سندھ کے مابین تھا۔ چنانچہ کرمان، سیستان اور مکران گورنمنٹ ایران کے سرحدی اضلاع تھے دولت ساسانیہ کی کمزوری سے اس زمانہ میں یہ علاقہ مرزبانوں (صوبہ دار یا اعلیٰ تعلقہ دار) کے قبضہ میں تھا مکران سے منصورہ (سندھ) کا ۱۰۷ میل کا فاصلہ ہے خلافت فاروقی کی فتوحات کی یہ اخیر حد تھی (طبری و یاقوت وغیرہ)

طبعی حالات دریافت کیے چونکہ صُحار تمام ملک کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے لہذا انھوں نے بڑی فصاحت سے ملکی حالات کا بیان کیا اور وہ الفاظ حسب ذیل ہیں :-

"یا امیر المومنین ارضٌ سھلھا جَبَلٌ وماء ھا وشل وتمرھا دقل وعدوھا بطل وخیرھا قلیلٌ وشرُّھا طویل والکثیر فیھا قلیل والقلیل فیھا ضائع وما وراء ھا شرٌّ منھا"

حضورِ عالی ! اس ملک کی نرم زمین بھی پہاڑ کی طرح سخت ہے، پانی کی قلت ہے کھجوریں خراب ہیں، دشمن دلیر ہے، خوبیاں کمتر اور برائیاں اکثر ہیں اس ملک میں جرار لشکر بھیجا جائے تب بھی کم ہے اور قلیل فوج کو بھیجا تو اس کو برباد کرنا ہے (کیوں کہ رسد کا انتظام کرنا بہت مشکل ہے) اور آگے بڑھ کر (سندھ کا علاقہ مراد ہے) تو اس ملک کی حالت اور بھی خراب ہے"

یہ حالات سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ صُحار ! اظہارِ واقعات میں قافیہ بندی اور شاعری کی کیا ضرورت ہے ؟ صحار نے عرض کیا کہ امیر المومنین ! جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ واقعات ہیں۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے اور جب ملک کی طبعی حالت معلوم ہو گئی تو حکم دیا کہ بعد مکران (بلوچستان) سے آگے فوجیں ہرگز نہ بڑھیں"

اس حکم کے مطابق جانب ہندوستان پیش قدمی رک گئی لیکن افغانستان اور سندھ کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ اور سندھیوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی لیکن فتح مکران کے بعد ہی چہار شنبہ ۲۶ ذی الحجہ میں ۲۳ھ / ۶۴۴ء میں فاروق اعظمؓ کا وصال ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس عہد یعنی ۳۱ھ / ۶۵۱ء میں ایشیائی فتوحات کے لئے امیر عبداللہ بن عامر کا انتخاب ہوا۔ اس سپہ سالار نے سب سے اول عہد شکن خراسانیوں پر فوج روانہ کی اور خود اس کا اہتمام کیا اور اپنے نائب احنف بن قیس کو آگے بڑھایا جس نے نیشاپور، قہستان

لہ گزیدہ حمد اللہ مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۷۔

سرخس، ہرات، بادغیس، غور، مرورود، طالقان اور غرجستان[1] (غور کی آبادیاں) پر قبضہ کرلیا حاکم طوس نے اطاعت قبول کی اور پورا صوبہ خراسان کا سیستان کے ڈانڈے تک خلافت اسلامی کا باج گزار بن گیا اور قیس بن ہاشم خراسان کا والی (گورنر) مقرر ہوا۔ سجستان پر بھی قبضہ ہوگیا اور عبدالرحمٰن بن سمرہ یہاں کا حاکم مقرر ہوا، جس نے اپنے عہد حکومت میں کابلستان اور زابلستان تک فتح کرلیا اور ہماری رائے میں یہی زمانہ ہے جب غور کے قبائل نے مذہب اسلام قبول کیا ہے۔

امیر معاویہ کے عہد میں عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کابل پر فوج کشی کی اور سنہ ۶۱ھ میں واقعہ کربلا پیش آیا اور اس کے ایک سال بعد سنہ ۶۲ھ میں یزید بن معاویہ[2] نے سلم بن زیاد بن امیہ کو خراسان و سجستان کا والی مقرر کیا اس وقت تک یہ ملک اگرچہ فتح ہوچکا تھا مگر یہ پہاڑی قومیں بغاوت سے باز نہ آتی تھیں لہٰذا سلم نے غور، بادغیس اور کابل پر فوجیں روانہ کیں اور ان قوموں کو مطیع بنایا اور خالد بن عبداللہ کو کابل کا عامل مقرر کیا۔

مورخین کی رائے ہے کہ یہ خالد یا تو حضرت خالد بن ولید کی نسل سے تھا یا خاندان ابوجہل سے تھا لیکن حکومت نے جب خالد کو معزول کردیا[3] تو وہ عرب کو واپس نہیں گیا اور کوہ سلیمان میں آباد ہوگیا۔ چنانچہ مورخ فرشتہ[4] لکھتا ہے کہ

"چوں خالد بن عبداللہ از حکومتِ کابل معزول گشت مراجعت بہ عراقِ عرب شاق و دشوار تردانستہ از بیم حاکم مجدد با عیال و اطفال و جماعتے از مردم عرب بہ رہنمونیِ اعیانِ کابل بہ کوہ کہ مابین ملتان و پشاور است، رفتہ متمکن شد و دختر خود را بہ حبالۂ نکاح یکے افغانان معتبر کہ مسلمان شدہ بود در آورد۔ و ازاں دختر فرزنداں بہ وجود آمدہ از ایشاں دو کس بہ مزید شہرت امتیاز

---

[1] جو علاقہ دریائے مرغاب پر غور کر کے متصل واقع ہے وہ غرجستان کہلاتا ہے۔ سنہ ۴۰۳ھ میں محمود غزنوی کے سپہ سالار التونتاش اور ارسلان جاذب نے اس پر مستقل قبضہ کیا تھا۔ [2] کامل ابن اثیر جلد ۳۔ صفحہ ۱۴۷
[3] مقدمہ تاریخ فرشتہ جلد اول [4] ایضاً